توحید

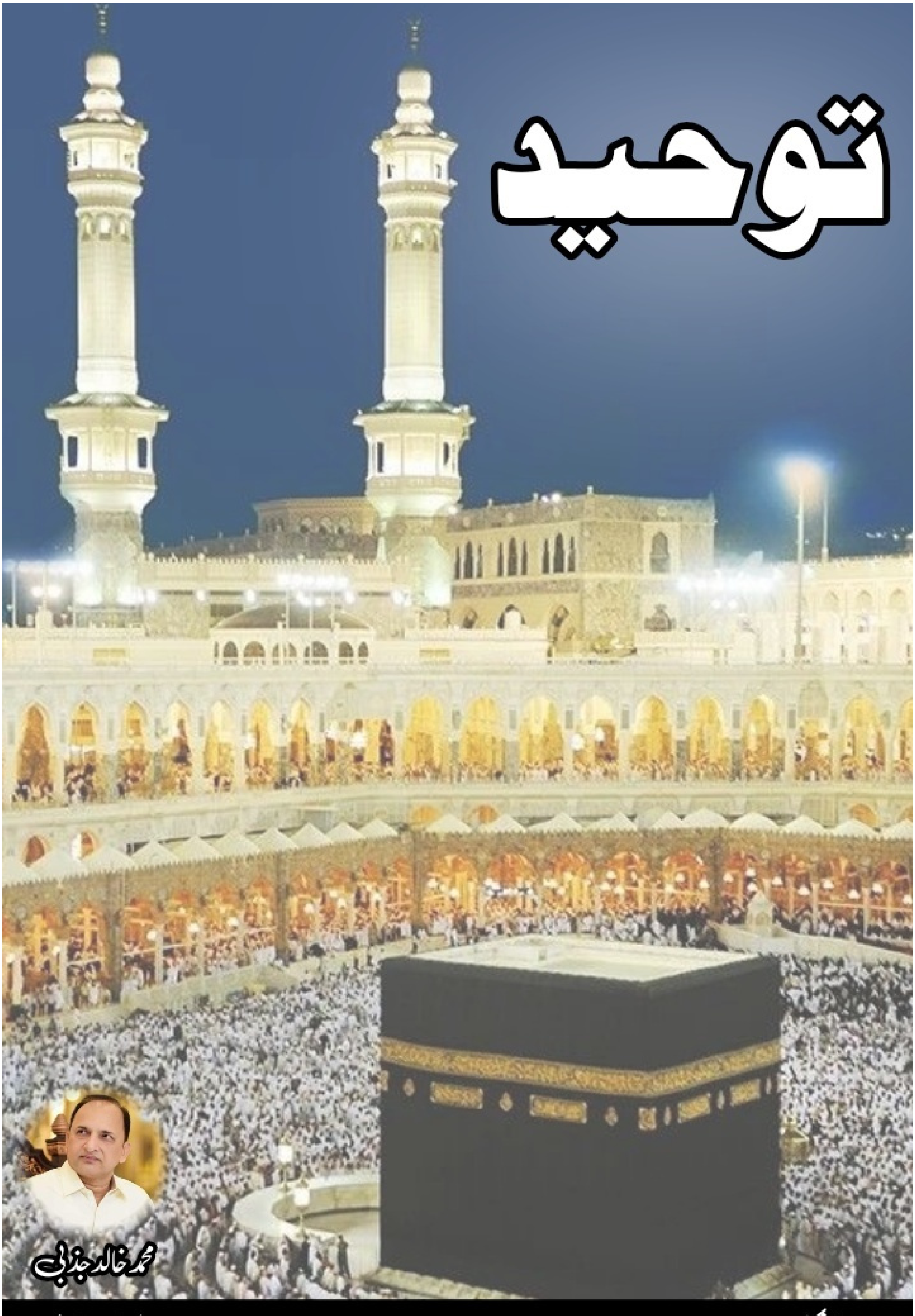

محمد خالد جذبی

ترتیب و پیشکش: عمر مختار

افکار جذبی

توحید

محمد خالد جذبی

توحید کا عقیدہ

اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز ایمان باللہ ہے۔ باقی جتنے اعتقادات و ایمانیات ہیں سب اسی ایک اصل کے تکمیلی فروع ہیں اور جتنے اخلاقی احکام اور تمدنی قوانین ہیں سب اسی ایک مرکز سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں جو کچھ بھی ہے اس کا مرجع اور مصدر اللہ کی ذات ہے۔ ملائکہ پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق ہیں۔ رسولوں پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ کتابوں پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ اللہ کی نازل کی ہوئی ہیں۔ آخرت کے دن پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ اللہ کے انصاف کا دن ہے۔ فرائض اس لئے فرائض ہیں کہ وہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ حقوق اس لئے حقوق ہیں کہ وہ اللہ کے احکام پر مبنی ہیں۔ اوامر کی فرمانبرداری اور نواہی سے اجتناب اس لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے ہیں۔ غرض اسلام میں جو چیز بھی ہے خواہ عقیدہ ہو یا عمل اس کی بنیاد صرف ایمان باللہ پر قائم ہے۔ یہ عقیدہ جو اس عظیم الشان فکری و عملی نظام میں مرکز اور منبع قوت کا کام دے رہا ہے محض اسی قدر نہیں ہے کہ "اللہ موجود ہے" بلکہ وہ اپنے اندر اللہ کی صفات کا ایک مکمل اور صحیح تصور (جس حد تک انسان کے لئے ان کا تصور ممکن ہے) رکھتا ہے اور انہی صفات کے تصور سے وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو انسان کی تمام فکری اور عملی قوتوں پر محیط اور حکمران ہو جاتی ہے۔ محض اللہ کی ہستی کا اثبات وہ چیز نہیں ہے جسے اسلام کی امتیازی خصوصیت کہا جا سکتا ہو۔ دوسری ملتوں نے بھی کسی نہ کسی طور سے اللہ کے وجود کا اثبات کیا ہے۔ البتہ جس چیز نے اسلام کو تمام ادیان و مذاہب سے ممتاز کر دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس نے اللہ کی صفات کا صحیح علم بخشا ہے اور پھر اسی علم کو ایمان بلکہ اصل ایمان بنا کر اس سے تزکیہ نفس، اصلاح اخلاق، تنظیم اعمال، نشر خیر و منع شر اور بنائے تمدن کا اتنا بڑا کام لیا ہے جو دنیا کے کسی مذہب وملت نے نہیں لیا۔

ایمان باللہ کی مجمل صورت جس کے اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کو دخول اسلام کی پہلی اور لازمی شرط قرار دیا گیا ہے کلمہ لا الہ الا اللہ ہے یعنی زبان سے اس امر کا اقرار اور دل سے اس امر کی تصدیق کہ الہ بجز اس ایک ہستی کے اور کوئی نہیں ہے جس کا نام اللہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ الوہیت کو عالم وجود کی جملہ اشیاء سے سلب کر کے صرف ایک ذات کے لئے ثابت کیا جائے اور ان تمام جذبات، تخیلات، اعتقادات، عبادات اور طاعات کو جو الوہیت کے لئے مخصوص ہیں اسی ایک ذات سے متعلق کر دیا جائے۔ اس مجمل کلمے کے اجزائے ترکیبی تین ہیں:

ایک، الوہیت کا تصور

دوسرے، تمام اشیاء سے اس کی نفی

تیسرے، صرف اللہ کے لئے اس کا اثبات

قرآن کریم میں اللہ کی ذات و صفات کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب انہی تین امور کی تفصیل ہے۔

اولاً، اس نے الوہیت کا ایک ایسا مکمل اور صحیح تصور پیش کیا ہے جو دنیا کی کسی کتاب اور کسی مذہب میں نہیں ملتا۔ اس میں شک نہیں کہ تمام قوموں اور ملتوں میں یہ تصور کسی نہ کسی طور پر موجود ہے لیکن ہر جگہ غلط یا نامکمل ہے۔ کہیں الوہیت نام ہے محض اولیت اور **واجبیت** کا، کہیں اس سے مبدائیت مراد لی گئی ہے، کہیں اس کو قوت اور طاقت کا ہم معنی سمجھا گیا ہے، کہیں وہ محض خوف اور ہیبت کی چیز ہے، کہیں وہ صرف محبت کا مرجع ہے، کہیں اس کا مفہوم صرف رفع حاجات و اجابت دعوات ہے، پھر کہیں وہ قابل تجزیہ و تقسیم ہے، کہیں اس کو تجسیم، تشبیہ اور تناسل سے آلودہ کیا گیا ہے، کہیں وہ آسمانوں پر متمکن ہے اور کہیں وہ انسانی بھیس میں زمین پر اتر آئی ہے۔ ان تمام غلط یا ناقص تصورات کی تصحیح اور تکمیل جس کتاب نے کی ہے وہ صرف قرآن ہے۔ اسی کتاب نے الوہیت کی تقدیس و تمجید کی ہے۔ اسی نے بتایا ہے کہ الہ صرف وہی ہو سکتا ہے جو بے نیاز، صمد اور قیوم ہو، جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے۔ جو قادر مطلق اور حاکم علی الاطلاق ہو۔ جس کا علم سب پر محیط ہو، جس کی رحمت سب پر وسیع ہو، جس کی طاقت سب پر غالب ہو، جس کی حکمت میں کوئی نقص نہ ہو، جس کے عدل میں ظلم کا شائبہ بھی نہ ہو، جو زندگی بخشنے اور وسائل حیات مہیا کرنے والا ہو، جو نفع و ضرر کی ساری قوتوں کا مالک ہو، اس کی بخشش اور نگہبانی کے سب محتاج ہوں، اسی کی طرف تمام مخلوقات کی بازگشت ہو، وہی سب کا حساب لینے والا ہو اور اسی کو جزا اور سزا کا اختیار ہو۔ پھر یہ الوہیت کی صفات نہ تجزیہ و تقسیم کے قابل ہیں کہ ایک وقت میں بہت سے الہ ہوں اور وہ ان صفات یا ان کے ایک ایک حصے سے متصف ہوں، نہ یہ وقتی اور زمانی ہیں کہ ایک الہ کبھی تو ان سے متصف ہو اور کبھی نہ ہو، نہ یہ قابل انتقال ہیں کہ آج ایک الہ میں پائی جائیں اور کل دوسرے الہ میں پائی جائیں۔ الوہیت کا یہ کامل اور صحیح تصور پیش کرنے کے بعد قرآن اپنے انتہائی زور بیان کے ساتھ ثابت کرتا ہے کہ کائنات کی جتنی اشیاء اور جتنی قوتیں ہیں ان میں سے کسی پر بھی یہ مفہوم راست نہیں آتا۔ تمام موجودات عالم محتاج ہیں، مسخر ہیں، مخلوق ہیں، نافع وضار ہونا تو درکنار خود اپنی ذات سے ضرر کو دفع کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ ان کے افعال اور ان کی تاثیرات کا سرچشمہ ان کی اپنی ذات میں نہیں ہے بلکہ وہ سب کی سب کہیں اور سے قوت وجود، قوت فعل اور قوت تاثیر حاصل کرتی ہیں۔ لہٰذا کائنات کی کوئی شے ایسی نہیں ہے جو الوہیت کا شائبہ بھی اپنے اندر رکھتی ہو اور جس کو ہماری نیاز مندیوں میں سے کسی ایک حصے کا بھی حق پہنچتا ہو۔ اس نفی کے بعد وہ ایک ذات کے لئے الوہیت ثابت کرتا ہے جس کا نام اللہ ہے اور انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ سب کو چھوڑ اسی پر ایمان لاؤ، اسی کے آگے جھکو، اسی کی تعظیم کرو، اسی سے محبت کرو، اسی سے خوف کھاؤ، اسی سے امید رکھو، جو کچھ مانگو اسی سے مانگو اور ہر حال میں اسی پر توکل کرو اور ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک دن اس کے پاس جانا ہے، اس کو حساب دینا ہے اور تمہارا اچھا یا برا انجام اسی کے فیصلے پر منحصر ہے۔

توحید کے دلائل

اس عالم کا مجرد قیام ہی اس بات کا شاہد ہے کہ اس کا حاکم ایک ہے جس کی حاکمیت غیر منقسم ہے۔ ہم اپنی اجتماعی زندگی میں کسی سیاسی تنظیم کا تصور اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک حاکمیت کو کسی ایک خاص مرکز میں **مرتکز** نہ کریں۔ تمام سیاسی **تنظیمات** میں جمہوریت وہ نظام ہے جس نے حاکمیت کو ایک وسیع دائرے میں پھیلانے کی کوشش کی ہے تاہم اس میں بھی ایک نقطہ لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے جہاں اس کی پھیلی ہوئی حاکمیت سمٹتی اور مجتمع ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا نراج کے طوفان میں منتشر ہو جانا لازمی ہے۔ بہرحال یہ امر بالکل قطعی ہے کہ حاکمیت کی تقسیم کے ساتھ کسی اجتماعی تنظیم کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اب ذرا سوچئے کہ یہ دنیا اتنے بے شمار اجزا پر مشتمل ہونے کے باوجود نہ صرف قائم ہے بلکہ پورے استحکام کے ساتھ قائم ہے۔ اس میں مختلف قوتوں کا تصادم بھی ہے، اضداد کی آویزشیں بھی ہیں، خیر و شر کے معرکے بھی ہیں لیکن دنیا کی کشتی ہے کہ ان موجوں کے تلاطم کے اندر سے بچتی، سنبھلتی اور کتراتی ہوئی چلی جا رہی ہے۔ ان اضداد کے باوجود دنیا کی بقا محض اس بنا پر ہے کہ اس دنیا میں کئی حکمران نہیں ہیں بلکہ صرف ایک حکمران ہے جس کا اختیار سب سے بالاتر ہے اور وہ ان

بقیہ صفحہ 55 پر

سب کو سنبھالے ہوئے ہے۔

ایک اور اہم پہلو اس کائنات کے مختلف اجزا کا باہمی توافق اور ان کی باہمی سازگاری ہے' اسی طرح کی موافقت اور سازگاری جیسی کہ زوجین میں نظر آتی ہے۔ مرد اور عورت اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں لیکن اس کے باوجود اگر عورت نہ ہو تو مرد کی قابلیتوں اور قوتوں کا بڑا حصہ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر مرد کو معدوم فرض کرلیا جائے تو عورت کی خصوصیت وصفات کی سرے سے توجیہہ ہی ناممکن ہو جائے گی۔ ٹھیک یہی حال اس کائنات کے تمام اجزائے مختلفہ کا ہے۔ زمین و آسمان' شب وروز' نور و ظلمت' گرمی و سردی' حرارت وبرودت سب زوجین کا سا اختلاف اور سب انہی کا سا شدید اتصال رکھتے ہیں۔

توافق کا یہ پہلو صرف ضدین ہی میں نہیں ہے بلکہ اس کائنات کے نظام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک ہمہ گیر توافق وسازگاری ہے۔ ہر چیز اپنی ہستی کی بقا اور اپنے وجود کی نشوونما کے لئے اس بات کی محتاج ہے کہ یہ پورا کارخانہ اس کے لئے سرگرم کار رہے۔ گیہوں کا ایک پودا وجود میں آکر اس وقت تک اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کائنات کے تمام عناصر اس کی پرورش ونگہداشت میں اپنا اپنا حصہ پورا نہ کریں۔ زمین اس کے لئے گہوارہ مہیا کرے' ابر اس کے لئے رطوبت فراہم کرے' سورج اس کو گرم رکھے' شبنم اس کو ٹھنڈک پہنچائے' ہوائیں اس کو لوریاں دیں اور جب یہ سب کچھ ایک نظم وضبط کے ساتھ مکمل ہولے تب گیہوں کا ایک دانہ کھیت سے خرمن تک پہنچتا ہے۔ یہی حال دنیا کی ایک ایک چیز کا ہے۔

جو انسان اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ زمین وآسمان اس توافق وہم آہنگی کے ساتھ اس کی خدمت میں سرگرم ہیں' زمین اس کے لئے بستر کی طرح بچھی ہوئی ہے اور آسمان اس پر شامیانہ بن کر تنا ہوا ہے' پھر آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین اس سے اپنے پھل پیدا کرتی ہے اور وہ پھل اس کے لئے لذت اور بقائے زندگی کا وسیلہ بنتے ہیں' وہ انسان یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ آسمان کے دیوتا الگ ہیں اور زمین کے دیوتا الگ ہیں' بارش کوئی لاتا ہے اور پھل کوئی پیدا کرتا ہے۔ ان اضداد اور عناصر مختلفہ کی یہ سازگاری تو اسی وقت ممکن ہے جب ان سب کو ایک ہی کارفرما اور مدبر قوت حکمت ورحمت کے ساتھ ایک خاص مقصد کے لئے تصرف میں لائے۔

قرآن س عالم کی ہمہ گیر ہم آہنگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بادلوں سے پانی برستا ہے' اس سے زمین لہلہا اٹھتی ہے۔ اس کی نباتات کو چوپائے چرتے ہیں' اس سے ان کے اندر دودھ بنتا ہے۔ پھر آلائشوں اور خون سے دودھ کی دھاریں نکلتی ہیں اور یہ دودھ انسان کے لئے نہایت لذیذ اور قوت بخش غذا کا کام دیتا ہے۔ پھر اس بارش کے پرورش کئے ہوئے انگور اور کھجور کے پھلوں سے انسان اپنی لذت اور ضرورت کی طرح طرح کی چیزیں پیدا کر لیتا ہے۔ پھر شہد کی مکھیاں ہیں جو پہاڑوں کی بلندیوں پر' درختوں پر اور انگور کی ٹٹیوں میں اپنے چھتے بنالیتی ہیں۔ پھول پھول کا رس چوس کر اس کو جمع کرتی ہیں جن کے رنگ بھی مختلف اور مزے بھی مختلف۔ انسان اس کو استعمال کرتا ہے' اس سے لذت بھی حاصل کرتا ہے اور بیماریوں میں شفا بھی پاتا ہے۔ ان مناظر کو جو بھی دیدہ عبرت سے دیکھے گا کس طرح باور کر سکے گا کہ یہ دنیا اور اس کے یہ تمام حیرت انگیز مناظر بالکل ایک اتفاقی حادثے کے طور پر ظہور میں آگئے ہیں؟ یا یہ کہ یہ آسمان وزمین اور ان کے مختلف جلوے مختلف دیوتاؤں کی کارفرمائیوں کے کرشمے ہیں؟ جو دنیا اتنے بعید اجزا کی کشاکشوں کے اندر بھی توافق وسازگاری کے اتنے پہلو رکھتی ہے وہ نہ تو اتفاقی حادثہ ہو سکتی ہے اور نہ مختلف ارادوں کی رزم گاہ ہو سکتی ہے۔ ظاہر بین نگاہیں صرف موجوں کے تلاطم کو دیکھتی ہیں موجوں کے اندر کے صدف اور صدف کے اندر پرورش پانے والے گہر تک ان کی رسائی نہیں ہوتی اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن بار بار توجہ دلاتا ہے کہ اس کائنات کے صرف اضداد کو نہ دیکھو بلکہ ان صالح نتائج کو دیکھو جو ان اضداد کی کشاکش کے اندر پیدا ہو رہے ہیں۔ کھاری پانی کے ایک سمندر اور شیریں پانی کے ایک دریا میں کتنا کھلا ہوا تضاد ہے تاہم دیکھئے یہ دونوں کس طرح ایک مشترک مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ کس طرح ان دونوں سے انسان اپنے لئے غذا کا ذخیرہ حاصل کر لیتا ہے۔ کس طرح یہ جہاز رانی اور تجارت کے نہایت آسان ذرائع فراہم کرتے ہیں۔ پھر شب کی ظلمت اور دن کے نور پر غور کرو' دونوں اپنی صفات وخصوصیات میں کس قدر ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں لیکن ایک دوسرے کی ضد ہونے کے باوجود پوری ہم آہنگی اور سازگاری کے ساتھ ایک دایہ کی طرح اس کائنات کی پرورش اور اس کے اندر بسنے والے انسانوں' حیوانوں اور نباتات کی خدمت میں سرگرم ہیں۔ سورج دن میں طلوع ہوتا ہے اور گرمی اور دھوپ کا سرچشمہ ہے' چاند شب میں نمودار ہوتا ہے اور خنکی اور روشنی کا منبع ہے۔ بہ ظاہر دونوں ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں لیکن دیکھئے کہ اس دنیا کا ایک ایک وجود ان سے متمتع ہو رہا ہے اور یہ انسان کو بالواسطہ اور بلاواسطہ فیض رسانی پر مامور ہیں۔ کیا یہ سب کچھ اتفاق ہے؟ کیا یہ نظم' یہ ضابطے کی پابندی' یہ سازگاری' یہ فیض رسانی سب کچھ آپ سے آپ ہو رہی ہے؟ ان مشاہدات کے باوجود جو لوگ دنیا کے اتفاقی حدوث پر اصرار کرتے ہیں ان کا یہ اصرار محض نہ ماننے کی خواہش پر مبنی ہے۔ علم وتحقیق سے اس ذہنیت کو کچھ سروکار نہیں ہے۔ پھر جو چیز ہماری نظر کو متوجہ کرتی ہے وہ اس کائنات کا حسن وجمال ہے جو اس کے ہر گوشے میں جلوہ آرا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا کی کوئی چیز بھی سادہ اور بے رنگ نہیں ہے۔ آسمان سے لے کر زمین تک کوئی ایسا چپہ نہیں ہے جہاں سے انسان غافل اور بے پروا گزر سکے۔ ہر جگہ اس کے دل کو کھینچنے' اس کی آنکھوں کو بیدار کرنے اور اس کے کانوں کو کھولنے کے لئے دلفریب مناظر' بے حجاب جلوے اور شیریں نغمے موجود ہیں اور ساتھ ہی انسان کے اندر حسن کا نہایت گہرا احساس ودیعت کر دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے جب وہ اپنے اردگرد حسن وجمال کے یہ بوقلموں جلوے دیکھتا ہے تو دفعتاً اس کے اندر ان کے صانع کے متعلق سوال پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ یہ تصور کرنے سے بالکل قاصر ہے کہ اتنی دلفریبیوں سے معمور یہ دنیا خود بہ خود وجود میں آگئی ہے۔ اگر اس کے دل ودماغ پر پردہ نہ پڑا ہو تو وہ بے اختیار پکار اٹھتا ہے۔

فتبرک اللہ احسن الخالقین

(القرآن از اللہ رب العالمین)

بڑی برکت والا ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

(البیان از امام سید احمد سعید کاظمیؒ)

یعنی صرف اس امر کا احساس نہیں ہوتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ خالق بہترین خالق ہے۔ یکسر خیروبرکت ہے' اس نے جو چیز بنائی ہے وہ کمال قدرت' کمال صنعت اور کمال خیروبرکت کا کامل نمونہ ہے۔

الذی احسن کل شیء خلقہ

(القرآن از اللہ رب العالمین)

وہ جس نے بہت اچھا بنایا ہر اس چیز کو جسے اس نے پیدا فرمایا

(البیان از امام سید احمد سعید کاظمیؒ)

ظاہر ہے کہ یہ دنیا اپنی بقا کے لئے ان تمام رنگا رنگ حسن آرائیوں کی محتاج نہ تھی۔ یہ ممکن تھا کہ یہ زمین ہوتی لیکن اس میں یہ باغ وچمن' وادی و کوہسار اور نشیب وفراز نہ ہوتے۔ ممکن تھا کہ یہ فضا ہوتی لیکن اس میں نسیم کے جھونکے اور چڑیوں کے چہچہے نہ ہوتے' ممکن تھا کہ یہ آسمان ہوتا مگر ستاروں کی یہ بزم آرائیاں' شفق کی جلوہ کاریاں اور قوس قزح کی رنگا رنگیاں نہ ہوتیں لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا ان تمام جلوؤں سے معمور ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ انسان کے باطن کو بیدار کرے اور اس میں یہ بصیرت پیدا ہو کہ ایسی حسین وجمیل دنیا کسی خالق کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتی اور وہ خالق صرف خالق ہی نہیں ہے بلکہ کمال قدرت' کمال صنعت وحکمت اور کمال خیروبرکت کی تمام صفات سے

3

متصف ہے۔

یہ رنگا رنگ جلوے صرف ایک علت العلل کی شہادت نہیں دیتے بلکہ ایک ایسے خالق کی شہادت دیتے ہیں جو تمام صفات جمال و کمال سے متصف ہے کیونکہ ہم صرف یہی نہیں دیکھتے کہ یہ دنیا بنی ہے بلکہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جو چیز بنی ہے خوب بنی ہے جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ کامل ہے، حکیم ہے، قدیر ہے، رحیم ہے، کریم ہے۔ اس نے ہمیں جیسا تیسا پیدا نہیں کر دیا ہے بلکہ بہترین ساخت پر، بہترین قویٰ و قابلیتوں اور نہایت اعلیٰ فطرت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف خلق نہیں ہے بلکہ کمال خلق اور کمال قدرت ہے۔ صرف بخشنا نہیں ہے بلکہ کرم و بخشش اور رحمت و عنایت کے ساتھ بخشنا ہے۔ صرف زندہ رکھنا نہیں ہے بلکہ اس طرح پالنا ہے جو کمال ربوبیت و پروردگاری کی شان ہے۔

یہ وہ نتیجہ ہے جو اس کائنات کے اجزا کے حسن و جمال کے مشاہدے سے ہمارے سامنے آتا ہے لیکن جب ہم ان اجزا کے انفرادی وجود سے گزر کر ان سے ترکیب پائی ہوئی اس حسین و جمیل وحدت یعنی اس مجموعی دنیا کے حسن و جمال کو دیکھتے ہیں تو ہم پر ایک اور حقیقت روشن ہوتی ہے، وہ یہ کہ اس کائنات کا خالق و مدبر ایک ہی ہے کوئی اور اس کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ یہ کائنات آسمان سے لے کر زمین تک سجی سجائی بزم ہے جس کی ہر چیز اپنی اپنی جگہ سے مجموعے کے حسن و جمال میں اضافہ کر رہی ہے۔ جس طرح ہم ایک حسین متناسب الاعضا اور خوبصورت چیز کو دیکھتے ہیں تو لازماً اس سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ ایک ہی خوش ذوق اور کار فرما ہاتھ کی کاریگری کا کرشمہ ہے۔ اگر اس کے مختلف اعضا و اجزا کی تشکیل مختلف ارادوں کے ماتحت عمل میں آتی تو یہ تناسب اور یہ حسن و جمال اس میں پیدا نہ ہو سکتا۔ اسی طرح اس مجموعی دنیا کے حسن و جمال کا جو شخص مشاہدہ کرتا ہے وہ لازماً اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ صرف ایک ہی کی پسند اور ایک ہی کا ارادہ ہے جو ان تمام رنگا رنگیوں کے اندر کار فرما ہے۔ اگر مختلف پسندیں اور مختلف ارادے اس میں کار فرما ہوتے تو اولاً تو اس کا قیام ہی ناممکن تھا اور اگر اس کا قیام فرض بھی کر لیا جائے تو یہ ایک آراستہ بزم کی جگہ کسی کباڑیے کی دکان کی شکل میں ہوتی اور ایک حسین وحدت کی جگہ ہم اس کو نہایت بھیانک صورت میں دیکھتے جہاں ہر چیز بے قرینہ، بے ربط اور بے جوڑ ہوتی کیونکہ مختلف ارادوں اور مذاقوں کے تصادم کے ساتھ تناسب کا وجود محال ہے۔

یہ صورتحال اس امر کا نہایت قوی ثبوت ہے کہ اس کائنات کے پیچھے ایک حکیم و قوی ارادہ ہے جو اس کو وجود میں لایا ہے اور وہ اپنے علم و حکمت اور بلا شرکت غیرے مکمل اختیارات کی وجہ سے مختلف اجزا میں ربط و اتصال پیدا کرتا ہے۔ اگر آسمان و زمین میں اس کی قوت میں کوئی شریک ہوتا یا یہاں بہت سے ارادوں اور ذہنوں کی کار فرمائی ہوتی تو کائنات میں توافق و تناسب ہرگز نہ ہوتا۔

توحید کے اثرات

توحید مجرد ایک علمی حقیقت ہی نہیں ہے بلکہ ایک نہایت اہم عملی حقیقت بھی ہے۔ انسانی زندگی خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی توحید کے تصور سے یکسر بدل کر رہ جاتی ہے۔ انسانی زندگی پر اس کا سب سے نمایاں اثر یہ پڑتا ہے کہ یہ عقیدہ انسان کو آزادی و حریت کا وہ بلند مقام بخشتا ہے جس کا وہ اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے مستحق ہے۔ تمام کائنات انسان کے لئے پیدا ہوئی ہے لیکن جب تک انسان توحید سے آشنا نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی دنائت اور رذالت کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی حقیر سے حقیر چیزوں سے ڈرتا اور کانپتا ہے۔ جو چیزیں اس کی تابعداری اور اطاعت کے لئے پیدا ہوئی ہیں وہ خود ان کی تابعداری اور اطاعت کرتا ہے۔ اپنے ہی جیسے انسانوں کو اپنا آقا بناتا ہے، غلاموں کی طرح ان کے آگے جھکتا ہے اور اپنے شرف اور عزت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اس کے برخلاف عقیدہ توحید انسان میں انتہا درجے کی خودداری اور عزت نفس پیدا کر دیتا ہے۔ اس پر اعتقاد رکھنے والا جانتا ہے کہ صرف ایک اللہ تمام طاقتوں کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی مارنے اور جلانے والا نہیں۔ کوئی صاحب اختیار اور بااثر نہیں ہے۔ یہ علم اور یقین اس کو اللہ کے سوا تمام قوتوں سے بے نیاز اور بے خوف کر دیتا ہے۔ اس کی گردن کسی کے آگے نہیں جھکتی، اس کا ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلتا۔ یہ صفات توحید کے عقیدے کے سوا اور کسی عقیدے سے پیدا نہیں ہو سکتیں۔ اس تمام خودداری اور عزت نفس کے ساتھ یہ عقیدہ انسان میں تواضع اور انکسار بھی پیدا کرتا ہے۔ اس کا قائل کبھی مغرور اور متکبر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے اللہ کا دیا ہوا ہے اور اللہ جس طرح دینے پر قادر ہے اسی طرح چھین لینے پر بھی قادر ہے۔ اس کے مقابلے میں الحاد کا عقیدہ رکھنے والے کسی انسان کو کوئی دنیوی کمال حاصل ہوتا ہے تو وہ متکبر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس کمال کو محض اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ اس عقیدے کا حامل کبھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا، وہ ایسے اللہ کا قائل ہوتا ہے جو زمین و آسمان کا خالق، مشرق و مغرب کا مالک اور تمام جہان کا پالنے والا ہے۔ اس ایمان کے بعد ساری کائنات کی کوئی چیز اسے غیر نظر نہیں آتی۔ وہ سب کو اپنی ذات کی طرح ایک ہی مالک کی ملکیت اور ایک ہی بادشاہ کی رعیت سمجھتا ہے۔ اس کی ہمدردی، محبت اور خدمت کسی دائرے کی پابند نہیں رہتی۔ اس کی نظر ویسی ہی غیر محدود ہو جاتی ہے جیسی خود اللہ کی بادشاہی غیر محدود ہے۔ یہ بات کسی ایسے شخص کو حاصل نہیں ہو سکتی جو بہت سے چھوٹے چھوٹے خداؤں کا قائل ہو۔ اسی طرح اس عقیدے پر ایمان لانے والا یہ سمجھ لیتا ہے کہ نفس کی پاکیزگی اور نیک عمل کے سوا اس کے لئے نجات اور فلاح کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کیونکہ وہ ایک ایسے اللہ پر یقین رکھتا ہے جو بے نیاز ہے۔ کسی سے کوئی رشتہ نہیں رکھتا ہے اور بے لاگ عدل کرنے والا ہے۔ اس کے مقابلے میں کفار و مشرکین ہمیشہ جھوٹی توقعات پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان میں کوئی یہ سمجھتا ہے کہ خدا کا بیٹا ہمارے لئے کفارہ بن گیا ہے اور کوئی اپنے کو خدا کا چہیتا سمجھتا ہے۔ یہ اعتقادات انسان کو گمراہی میں پھنسائے رکھتے ہیں۔

اس عقیدے کا حامل کسی حال میں مایوس اور شکستہ دل نہیں ہوتا۔ وہ ایک ایسے اللہ پر ایمان رکھتا ہے جو زمین اور آسمان کے تمام خزانوں کا مالک ہے، جس کا فضل و کرم بے حد و حساب ہے، جس کی قوتیں بے پایاں ہیں۔ یہ ایمان اس کے دل کو غیر معمولی تسکین بخشتا ہے۔ اس کو اطمینان سے بھر دیتا ہے اور ہمیشہ امیدوں سے لبریز رکھتا ہے۔ چاہے وہ دنیا کے سارے دروازوں سے ٹھکرا دیا جائے۔ سارے اسباب کا رشتہ ٹوٹ جائے اور وسائل اور ذرائع ایک ایک کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیں پھر بھی ایک اللہ کا سہارا کسی حال میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اسی کے بل بوتے پر وہ نئی امیدوں کے ساتھ کوشش پر کوشش کئے چلا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف کفار و مشرکین کے دل چھوٹے ہوتے ہیں، ان کا بھروسا محدود طاقتوں پر ہوتا ہے اس لئے مشکلات میں بہت جلد مایوسی ان کو گھیر لیتی ہے اور اکثر ایسی حالت میں وہ خودکشی تک کر گزرتے ہیں۔

یہ عقیدہ انسان میں قناعت اور بے نیازی پیدا کر دیتا ہے۔ حرص و ہوس اور رشک و حسد کے رکیک جذبات اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے ناجائز اور ذلیل طریقے اختیار کرنے کا خیال تک اس کے ذہن میں نہیں آتا، وہ سمجھتا ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، جس کو چاہے زیادہ دے جس کو چاہے کم دے۔ عزت اور طاقت، شہرت اور حکومت سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ دینا چاہے تو کوئی قوت اسے روک نہیں سکتی اور نہ دینا چاہے تو کوئی طاقت دلوا نہیں سکتی۔ اس کے مقابلے میں کفار و مشرکین اپنی کامیابی اور ناکامی کو اپنی کوششوں اور دنیوی طاقتوں کی مخالفت یا مدد پر موقوف سمجھتے ہیں اسی لئے ان پر حرص و ہوس کا غلبہ رہتا ہے۔

یہ عقیدہ انسان میں عزم و حوصلہ اور صبر و توکل کی زبردست طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ صبر و توکل کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مومن کوشش اور سعی کو چھوڑ دیتا ہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتا ہے بلکہ وہ جانتا ہے کہ اچھے مقاصد کے لئے سعی پیہم اللہ کی خوشنودی کا سبب ہے۔ وہ جب دنیا میں بڑے کام انجام دینے کے لئے اٹھتا ہے تو اس کے دل میں یہ یقین ہوتا ہے کہ میری پشت پر زمین و آسمان کے بادشاہ کی قوت ہے۔ ایسی قوت جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ خیال

4

انسان کو پہاڑ کی سی مضبوطی عطا کرتا ہے اور دنیا کی ساری مشکلیں اور ساری مصیبتیں اور مخالف طاقتیں مل کر بھی اس کو اس کے عزم سے نہیں ہٹا سکتیں۔

یہ عقیدہ انسان کو بہادر بنا دیتا ہے۔ انسان کو بزدل بنانے والی دراصل دو چیزیں ہوتی ہیں' ایک تو جان و مال اور بچوں کی محبت اور دوسرے یہ خیال کہ اللہ کے سوا کوئی اور مارنے یا جلانے کی طاقت رکھتا ہے اور یہ کہ انسان اپنی تدبیر سے موت کو ٹال سکتا ہے۔ یہ عقیدہ ان چیزوں کو دل سے نکال دیتا ہے۔ پہلی چیز تو اس لئے نکل جاتی ہے کہ اس کا قائل اپنی جان و مال اور ہر چیز کا مالک اللہ ہی کو سمجھتا ہے اور اس کی خوشنودی کے لئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ رہی دوسری چیز تو وہ اس وجہ سے باقی نہیں رہتی کہ اس عقیدے کے حامل کے نزدیک جان لینے کی قدرت کسی انسان یا حیوان یا تلوار یا گولی میں نہیں' اس کا اختیار صرف اللہ کو ہے اور اس نے موت کا جو وقت مقرر کر دیا ہے اس سے پہلے دنیا کی تمام قوتیں مل کر بھی چاہیں تو کسی کی جان نہیں لے سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے سے زیادہ بہادر کوئی نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلے میں تلواروں کی باڑھ' گولیوں کی بوچھاڑ اور فوجوں کی یلغار سب ناکام رہ جاتی ہیں اور جب وہ اللہ کی راہ میں لڑنے کے لئے بڑھتا ہے تو اپنے سے دس گنا طاقت کا بھی منہ پھیر دیتا ہے۔

یہ عقیدہ انسان کو اللہ کے قانون کا پابند بناتا ہے۔ اس عقیدے کا ماننے والا جانتا ہے کہ اللہ ہر چھپی اور کھلی چیز سے باخبر ہے' ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے' اگر ہم رات کے اندھیرے میں اور تنہائی کے گوشے میں بھی کوئی گناہ کریں تو اللہ کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ اگر ہمارے دلوں کی گہرائیوں میں بھی کوئی برا ارادہ پیدا ہو تو اللہ تک اس کی خبر پہنچ جاتی ہے۔ ہم سب سے چھپا سکتے ہیں مگر اللہ سے نہیں چھپا سکتے' سب سے بھاگ سکتے ہیں مگر اللہ سے فرار ممکن نہیں' سب کی پکڑ سے بچ سکتے ہیں مگر اللہ کی گرفت سے نہیں نکل سکتے۔ یہ یقین جتنا مضبوط ہو گا اتنا ہی زیادہ انسان اللہ کے احکام کا مطیع ہو گا۔ جس چیز کو اللہ نے حرام کیا ہے وہ اس کے پاس بھی نہ پھٹکے گا' جس چیز کا اس نے حکم دیا ہے اس کو تنہائی اور تاریکی میں بھی بجا لائے گا کیونکہ اس کے ساتھ ایک ایسی پولیس لگی ہوتی ہے جو کسی حال میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور اس کو ایک ایسی عدالت کا کھٹکا لگا رہتا ہے جس کے وارنٹ سے وہ کہیں بھاگ ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم ہونے کے لئے سب سے پہلی اور ضروری شرط لا الہ الا اللہ پر ایمان لانا ہے۔ مسلم کے معنی اللہ کے فرمانبردار بندے کے ہیں اور اللہ کا فرمانبردار ہونا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ انسان اس بات پر یقین نہ لائے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قرآن کریم از اللہ رب العالمین
البیان از امام سید احمد سعید کاظمی
اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی
حقیقت توحید از مولانا امین احسن اصلاحی
اسلامی نظریہ حیات از پروفیسر خورشید احمد

صاحبزادہ محمد خالد جذبی
قائم مقام جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے پاکستان پنجاب (نورانی)
فاطمہ جیولرز' گلی ارائیناں والی نمبر ا' گوجرانوالہ

A MIRROR OF 21st CENTURY
سرپرائز

Afkarejazbi